اُردو (لازمی)	انٹر (پارٹ-II)	پرچہ II: (انشائیہ طرز)
وقت: 2.40 گھنٹے	2018ء (دوسرا گروپ)	کل نمبر: 80

(حصہ اوّل)

سوال 2-(الف) درج ذیل اشعار کی تشریح کیجیے۔ نظم کا عنوان اور شاعر کا نام بھی لکھیے: (1,1,8)

یہ پہلا سبق تھا کتابِ ہُدیٰ کا	کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا
وہی دوست ہے خالقِ دو سرا کا	خلائق سے ہے جس کو رشتہ ولا کا

جواب: حوالۂ متن:

نظم کا عنوان: اسلامی مساوات   شاعر کا نام: الطاف حسین حالی

تشریح:

اس نظم میں مولانا حالی کہتے ہیں' قرآن مجید جو بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے نازل ہوا' اس کا سب سے پہلا سبق یہ تھا کہ یہ ساری مخلوق اللہ تعالیٰ ہی کا کنبہ ہے۔ کوئی امیر ہو یا غریب' اعلیٰ حیثیت کا مالک ہو یا معمولی درجہ رکھنے والا' سب اللہ تعالیٰ کی نظر میں برابر ہیں۔ کسی گورے کو کسی کالے پر' کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں۔ البتہ وہی شخص دونوں جہانوں کے خالق کا حقیقی دوست ہے' جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے پیار کرے۔

(ب) درج ذیل اشعار کی تشریح کیجیے اور شاعر کا نام بھی لکھیے: (1,3,3,3)

رونے سے کام بس کہ شب اے ہم نشیں رہا	آنکھوں پہ کھینچتا میں' سرِ آستیں رہا
نازک مزاج تھا میں بہت اس چمن کے بیچ	جب تک رہا تو خندۂ گل سے حزیں رہا
یارانِ گرم رو تو سب آگے نکل گئے	ان سے میں تنگِ قافلہ پیچھے کہیں رہا

جواب: شاعر کا نام: شیخ غلام ہمدانی مصحفی

شعر نمبر-1

تشریح:

اس شعر میں شاعر اپنے محبوب کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہے کہ میں تمام رات روتا رہتا ہوں۔ کسی وقت بھی آنکھوں سے آنسو تھمتے نہیں ہیں' کیونکہ جب دل میں کسک ہوتی ہے تو آنکھوں سے آنسو

چھلک جاتے ہیں۔ یہ عمل ساری رات مسلسل جاری رہتا ہے۔ میں روتے ہوئے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیتا ہوں اور اپنی آستین سے آنسو صاف کرتا رہتا ہوں' کیونکہ میرے دوست مجھے تیری رسوائی کا بھی ڈر ہے اور اپنی جگ ہنسائی کا بھی۔

ے روتے ہیں دل کے زخم تو ہنستا نہیں دل
اتنا تو فائدہ مجھے تنہائیوں سے ہے

شعر نمبر-2

تشریح:

شاعر اس شعر میں اپنی بے بسی اور نازک مزاجی کے بارے میں بتا رہا ہے کہ میں اتنا زیادہ نازک مزاج اور حساس واقع ہوا ہوں کہ انتہا یہ ہے کہ جب غنچہ کھلنے لگتا ہے تو مجھے بڑا ملال ہوتا ہے۔ میں رنجیدہ اور غمگین ہو جاتا ہوں۔

شاعر کے رنجیدہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کلی غنچہ بنتی ہے اور غنچہ پھول اور اس کے بعد فنا کا مرحلہ آ جاتا ہے۔ کلی اس مرحلے سے واقف نہیں ہوتی جبکہ شاعر اس معاملے سے آگاہ ہے' لہٰذا کلی کا یہ سفر اُسے غمگین کر دیتا ہے۔
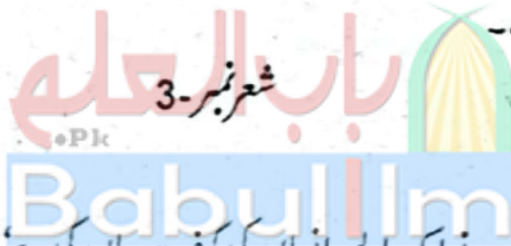
شعر نمبر-3

تشریح:

اس شعر میں شاعر نے ایک ایسے انسان کی کیفیت بیان کی ہے' جو قافلے میں دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ منزل کی جانب چلا' لیکن وہ اس عزم و ہمت اور جذبے سے محروم تھا' جو منزل پر پہنچنے کے لیے بے حد ضروری ہوتا ہے۔ وہ اپنی سست روی اور جوش و جذبے میں کمی کے باعث قافلے والوں کا ساتھ نہ دے سکا جبکہ قافلے کے دوسرے لوگ پختہ عزم اور ارادے کے ساتھ تیز رفتاری سے اپنی منزل کی جانب گامزن رہے۔ چونکہ صدق و خلوص کے ساتھ کی جانے والی کوششوں کو اللہ تعالیٰ کبھی رائیگاں نہیں جانے دیتا اور مشکلات کو آسانی میں بدل دیتا ہے' اس لیے قافلے کے باہمت لوگ اپنی منزل پر پہنچنے میں کامیاب ہو گئے جبکہ پیچھے رہ جانے والا شخص جو قافلے والوں کے لیے شرمندگی کا باعث بنا رہا' اپنی ناکامی پر دکھ اور افسوس کا اظہار کر رہا ہے۔

سوال: 3- سیاق وسباق کے حوالے سے کسی ایک جز کی تشریح کیجیے۔ نیز سبق کا عنوان اور مصنف کا نام لکھیے: (1,1,3,10)

(الف) غرض پہلی ہی ملاقات میں مزاج دار نے جَجن کے ساتھ ایسی بے تکلفی کی کہ اپنا حال جزو وکل اس سے کہہ دیا اور جَجن نے باتوں ہی باتوں میں تمام بھید معلوم کر لیا۔ ایک پہر کامل جَجن بیٹھی رہی۔ رخصت ہونے لگی تو مزاج دار نے بہت منت کی کہ اچھی بی جَجن، اب کب آؤ گی؟ جَجن نے کہا: "میری بھانجی موم گروں کے چھتے میں رہتی ہے اور بہت بیمار ہے۔ اسی کے علاج کے واسطے میں آگرے سے آئی ہوں۔"

جواب: حوالۂ متن:

سبق کا عنوان: اکبری کی حماقتیں مصنف کا نام: مولوی نذیر احمد

سیاق وسباق:

اکبری ایک معزز اور امیر خاندان کی بہو تھی، مگر اپنی فطری بے وقوفی اور پھوہڑ پن کی وجہ سے لڑ جھگڑ کر اپنے شوہر محمد عاقل کے ساتھ الگ رہنے لگی تھی۔ شہر میں ایک کٹنی کی آمد کا چرچا تھا۔ محمد عاقل کی تاکید اور منع کرنے کے باوجود جب کٹنی ان کے محلے میں جَجن بن کر وارد ہوئی تو وہ اس کا آسان شکار ثابت ہوئی۔ اپنی نوکرانی کے ذریعے خوشامد سے اعمال جَجن کی شکل میں گھر بلوائی۔ جَجن نے پہلے سستی چیزیں دے کر اکبری کا دل جیتا، پھر مزید بہلا پھسلا کر اس کے گھر کے تمام حالات معلوم کیے اور اس سے بے تکلفی پیدا کر لی اور ایک دن اُس کا زیور دھلوانے کے بہانے لے کر فرار ہو گئی۔

تشریح:

نذیر احمد نے اکبری کی حماقتیں تفصیلاً بیان کی ہیں۔ دراصل وہ چاہتے تھے کہ مسلمان گھرانوں کی بچیوں کی ذہنی، علمی اور مذہبی تربیت ہونی چاہیے، دوسری طرف وہ اُمور خانہ داری میں اور دنیاوی اُمور سے متصف ہوں۔ اس پیراگراف میں اکبری کی جلد بازی کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اس نے پہلے تو اپنے میاں کی نصیحت کو فراموش کر کے جَجن کو گھریلو باتیں بتائیں۔ جَجن نے اپنی چکنی چپڑی باتوں کے ذریعے گھر کے سب راز معلوم کر لیے۔ یوں تھوڑی دیر کے لیے آنے والی جَجن نے دن کا ایک بڑا حصہ اکبری کے پاس گزارا۔ اور جب وہ جانے لگی تو مزاج دار بہو نے اسے دوبارہ بلانے کے لیے بڑی خوشامد کی۔ حالانکہ اس نے اپنی ساس، جو گھر کی بزرگ تھیں اور اس کے میاں کی ماں ہونے کے ناطے اس

کی بھی ماں تھیں، ذرا قدر نہ کی۔ جمن نے بہت سے بہانے بنائے اور کہا کہ اس کی بھانجی موم گروں کے چھتے میں رہتی ہے اور اس کی تیمارداری کی خاطر آگرے سے آئی ہے۔ اس کی بیماری کی وجہ سے اسے بہت کم فرصت ملتی ہے اور یہ سب اس نے اپنی اہمیت بڑھانے کی خاطر کیا۔ ورنہ وہ دل سے چاہتی تھی کہ ایسی بے وقوف عورت کو جلد از جلد لوٹ کر اپنی راہ پکڑے۔ غرض جمن نے وعدہ کرلیا کہ وہ اکبری کی خاطر ہر دوسرے تیسرے روز اس کے گھر اس سے ملنے ضرور آیا کرے گی۔

(ب) یہ تدبیر کارگر ہوئی۔ مولانا نے مجھ سے ہمدردی ظاہر کی۔ علاج کے متعلق چند معقول مشورے دیے اور تشریف لے گئے۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور جی میں تہیہ کرلیا کہ اب دفتر میں نہیں رہوں گا۔ اب یہ بات بھی سمجھ میں آگئی کہ مولانا توند سے کیوں محروم ہیں۔

جواب : حوالۂ متن:

سبق کا عنوان: مولانا ظفر علی خاں **مصنف کا نام:** چراغ حسن حسرت

سیاق وسباق:

چراغ حسن حسرت بتاتے ہیں کہ میں نے آج سے کوئی دس سال قبل کلکتہ میں اخبار ''نئی دنیا'' کے دفتر میں پہلی بار مولانا ظفر علی خاں کو دیکھا۔ میرے تصور کے برعکس عام لیڈروں کی مانند نہ تو ان کی توند تھی اور نہ مولانا حضرات کی مانند ان کے کندھے پر عمامہ تھا۔ مجھے لاہور میں ان کے اخبار ''زمیندار'' میں ان کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا تو ان کی اور بہت سی خوبیوں کے ساتھ ساتھ اس بات کا پتہ چلا کہ وہ باقاعدگی سے لمبی سیر اور سخت ورزش کے عادی ہیں۔ شاید اسی لیے ان کی توند نہیں۔ مولانا کو شعر کہنے میں کمال حاصل تھا۔ لمبی سے لمبی نظم آدھے گھنٹے میں کہہ لیتے تھے۔ نظم لکھتے تو اخبار کے دفتر کے سب ساتھیوں کو سناتے۔

تشریح:

مولانا کلکتے آئے تو مصنف کے پاس رہے اور جب مصنف لاہور آئے تو مولانا ظفر علی خاں کے اخبار ''زمیندار'' کے دفتر میں ٹھہرے۔ ایک رات صبح ہونے سے کچھ پہلے ابھی اندھیرا ہی تھا کہ مولانا نے مصنف کو اٹھنے کے لیے کہا کہ میرے ساتھ چلو، میں سمجھ گیا کہ میری عزت افزائی ہو رہی ہے، اب میری شامت آنے کو ہے، کیونکہ کسی دوست نے پہلے ہی بتا رکھا تھا کہ مولانا نہر کے کنارے میلوں دوڑتے ہیں۔ ڈنٹر پیلتے ہیں، پھر نماز پڑھتے ہیں، لہٰذا کبھی ان کے ساتھ نہ جانا۔ چنانچہ میں نے فوراً سخت بیمار ہونے کا بہانہ کیا۔ بخار، سر درد، پیٹ درد سبھی کچھ بتا دیا اور ہائے وائے شروع کر دی۔ چنانچہ کام بن گیا۔ مولانا ہمدردی کرتے ہوئے علاج کے متعلق بتانے لگے اور خود اکیلے ہی سیر کو چلے گئے۔ مجھے لگا میں موت کے منہ میں

جانے سے بچ گیا ہوں' البتہ اب یہ سوچ لیا کہ اب اخبار کے دفتر میں نہیں رہنا۔ ورنہ آئیندہ پکڑا جاؤں گا۔
اب یہ بات بھی سمجھ میں آ گئی کہ مولانا کا پیٹ بڑا کیوں نہیں ہے۔

سوال :4- درجِ ذیل میں سے کسی ایک نصابی سبق کا خلاصہ لکھیے اور مصنف کا نام بھی تحریر کیجیے: (9,1)

(الف) اکبری کی حماقتیں (ب) نواب محسن الملک

جواب :

(الف) اکبری کی حماقتیں

جواب کے لیے دیکھیے پرچہ 2017ء (دوسرا گروپ)' سوال نمبر 4 (الف)۔

(ب) نواب محسن الملک

جواب کے لیے دیکھیے پرچہ 2016ء (دوسرا گروپ)' سوال نمبر 4 (الف)۔

سوال :5- مجید امجد کی نظم ''ایک کوہستانی سفر کے دوران میں'' کا خلاصہ تحریر کیجیے۔ (5)

جواب : جواب کے لیے دیکھیے پرچہ 2016ء (دوسرا گروپ)' سوال نمبر 5۔

سوال :6- درجِ ذیل عنوانات میں سے کسی ایک عنوان پر مفصل مضمون تحریر کیجیے: (20)

(الف) دہشت گردی ایک عالمی مسئلہ (ب) تعمیرِ وطن میں طلبا کا کردار
(ج) اتحادِ عالمِ اسلام

جواب :

(الف) دہشت گردی ایک عالمی مسئلہ

جواب کے لیے دیکھیے پرچہ 2016ء (دوسرا گروپ)' سوال نمبر 6 (الف)۔

(ب) تعمیرِ وطن میں طلبا کا کردار

نوجوان اور طلبہ کسی بھی قوم کا قابلِ فخر سرمایہ ہوتے ہیں اور ملکی تعمیر میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہی آنے والے کل کے معمار ہیں اور ملک و ملت کا مستقبل اُنھی سے وابستہ ہے۔ ان کی درست تربیت پر ہی ہماری ملی زندگی کی بقا موقوف ہے' کیونکہ ملکی تعمیر میں نوجوان خشتِ اول کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر ہمارے نوجوان علم کے ہتھیار سے لیس ہوں گے تو ہی وہ کل کو تعمیرِ وطن میں کوئی مثبت کردار ادا کرنے کے قابل ہوں گے۔

نوجوانی میں فطری صلاحیتیں اپنے عروج پر ہوتی ہیں اور غیر مختتم زرخیزی کے ساتھ جھلکتی ہیں۔ طلبہ کی

ان کے ذوق اور صلاحیتوں کے مطابق تربیت کرنا معاشرے کا بنیادی فریضہ ہے تا کہ یہ صلاحیتیں معاشرے کی تعمیر میں استعمال ہوں۔

آج کے نوجوان اگرچہ محنت اور کوشش سے دور ہیں، لیکن مناسب اور بروقت رہنمائی ملنے سے وہ کل معاشرے کے نہایت مفید اور سرگرم رکن ثابت ہو سکتے ہیں۔

تاریخ کی طرف نظر دوڑائیں تو ہمیشہ طلبہ اور نوجوان ملکی تعمیر میں کلیدی کردار ادا کرتے آئے ہیں۔ تحریکِ آزادی کے دوران نوجوان طلبہ نے قائداعظم اور مسلم لیگ کا پیغام ملک کے گوشے گوشے میں پہنچا دیا۔ انھوں نے مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے نام سے اپنی تنظیم قائم کی۔ قائداعظم تحریکِ آزادی میں نوجوان طلبہ کے بھرپور کردار کے معترف تھے اور وہ انھیں تحریکِ پاکستان کا ہراوّل دستہ سمجھتے تھے۔ آپ نے کئی خطابات میں نوجوانوں کے اس کردار کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ ایک دفعہ عیدالفطر کے موقع پر کمیٹی ریڈیو سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ:

''ہم پچھلی نسل کے لوگوں کو جتنی آزمائشیں آنا تھیں، آ چکی ہیں۔ لیکن آج کی رات میں اپنے نوجوان دوستوں کی صحبت میں ان کو بھول جانا چاہتا ہوں۔ آج کی رات میں ان کے دلوں میں چھپے ہوئے جوان امنگوں کے تازہ چشموں کو چھونا چاہتا ہوں، کیونکہ یہی ہیں وہ مردانِ عمل ہیں جو آئندہ ہماری قوم کی تمناؤں کا بوجھ اٹھائیں گے۔''

30 اکتوبر 1947ء کو آپ نے طلبہ کے ایک وفد سے فرمایا:

''پاکستان کو اپنے نوجوانوں اور بالخصوص طلبہ پر فخر ہے جو آزمائش اور ضرورت کے وقت ہمیشہ صفِ اول میں رہے۔ آپ مستقبل کے معمارِ قوم ہیں، اس لیے جو مشکل کام آپ کے سر آن پڑا ہے، اس سے نمٹنے کے لیے اپنی شخصیت میں نظم و ضبط پیدا کیجیے۔ مناسب تعلیم اور مناسب تربیت حاصل کیجیے۔''

طلبہ اور نوجوان عموماً خود غرضی سے دور اور ملی جذبے سے سرشار ہوتے ہیں، اُن کے حوصلے توانا اور اُمنگیں زرخیز ہوتی ہیں، لہٰذا جیسے ہی اُن میں احساسِ ذمہ داری پیدا ہوتا ہے وہ اپنی اور قوم کی تقدیر بدل ڈالتے ہیں۔ جب کسی ملک کے نوجوان بیدار ہو جائیں تو سویا ہوا مقدر جاگ اٹھتا ہے۔ اقبال اپنی نظم ''جاوید کے نام'' میں نوجوان نسل سے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

دیارِ عشق میں مقام پیدا کر
نیا زمانہ نئے صبح و شام پیدا کر
خدا اگر دل فطرت شناس دے تجھ کو
سکوتِ لالہ و گل سے کلام پیدا کر

مجاز لکھنوی نے اپنی نظم ''نوجوان سے خطاب'' میں اسی بات کو اس انداز میں بیان کیا ہے:

ترا شباب امانت ہے ساری دنیا کی
تو خارِ زار جہاں میں گلاب پیدا کر

نوجوانی کے زمانے میں ذہن ہر بات کا اثر جلدی سے قبول کرتا ہے' لہٰذا نوجوانوں اور طلبہ کا اولین فریضہ یہ بھی ہے کہ وہ خود کو بری صحبت سے دور رکھیں اور اپنے اردگرد کے ماحول میں اپنے لیے اپنے ذوق کے مطابق دلچسپ اور مثبت سرگرمیوں کو اختیار کریں اور اس میں مشغول رہیں۔ مطالعہ کتب نوجوانوں کے لیے ایک بہترین مشغلہ ہے۔

اپنے اردگرد کے حالات و واقعات سے باخبر رہنا بھی طلبہ کی ذمہ داری ہے۔ اس مقصد کے لیے انھیں اخبارات اور رسائل کا باقاعدگی سے مطالعہ کرنا چاہیے۔ اگر طلبہ باشعور اور اردگرد کے حالات پر گہری نظر رکھنے والے ہوں گے تو ہی ملکی تعمیر میں اپنے کردار کی شناخت کے قابل ہوں گے۔

تعمیرِ وطن میں مثبت کردار ادا کرنے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ طلبہ شروع سے ہی اپنے لیے کسی ایک خاص میدان کا انتخاب کرلیں۔ اس طرح سے ان کی صلاحیتیں بے مصرف کاموں میں ضائع ہونے سے بچ سکیں اور وہ ملک و ملت کے ایک مفید کارکن کی حیثیت سے مستقبل کی بھاگ دوڑ میں حصہ لے سکیں۔

نوجوانوں اور طلبہ کو قوم کی حفاظت کے لیے اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرنا چاہیے۔ اتحاد کے بغیر کسی اعلیٰ منزل کے حصول کا تصور بے سود ہے۔ نوجوانوں میں مل جل کر کام کرنے اور باہمی تعاون کی صلاحیت بھی نسبتاً زیادہ ہوتی ہے' لہٰذا یہ قطرے جب اکٹھے ہو کر آگے بڑھتے ہیں تو ایک سیلِ رواں کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں۔

نوجوانوں اور طلبہ کے جوش و جذبے کے سامنے زندگی کا کوہِ گراں بھی زیر ہے۔ ہماری ملکی تاریخ ایسے بے شمار واقعات سے بھرپور ہے جب طلبہ اور نوجوانوں نے نازک گھڑیوں میں دن رات جانفشانی سے کام کر کے قوم کو مشکلات کے دباؤ سے آزاد کرایا۔ 1965ء اور 1971ء کی جنگوں میں طلبہ کا کردار ناقابلِ فراموش ہے۔ انھوں نے محاذوں پر جا کر فوجیوں کو رسد پہنچائی' خیمے اور عارضی ہسپتال قائم کر کے زخمیوں کا علاج کیا' ان کے لیے خون کا بندوبست کیا۔ انھوں نے ان مواقع پر اپنی ذمہ داریاں اس خوبی سے نبھائیں کہ تحریکِ آزادی کے جذبے کی یاد تازہ ہوگئی۔

سیلاب یا زلزلے ہوں یا کوئی بھی آفت' نوجوان ہمیشہ قومی خدمت میں پیش پیش رہے۔ مفلوک الحال لوگوں کی مدد اور نظامِ حیات کو بحال کرنے کی تعمیری سرگرمیوں میں ہمیشہ انھوں نے انتہائی جانفشانی اور تن دہی سے کام کیا۔ 8 اکتوبر 2005ء کا زلزلہ اور اس میں نوجوانوں کا کردار' نوجوانوں کی عظمت کی مثال ہے۔

(ج) اتحادِ عالمِ اسلام

اتحادواتفاق سے مرادمل جل کر رہنا ہے۔ اتحادواتفاق کا قانون ایک عالمگیر اصول کے طور پر اس کائنات میں ہر جگہ نافذ العمل ہے۔ ذرے اتفاق کی قوت سے صحرا بنتے ہیں۔ قطرہ قطرہ مل کر دریا بنتا ہے۔ بہت سے پھول اکٹھے ہو کر باغ کے دامن کی زینت بنتے ہیں۔ شب کی محفل لاتعداد ستاروں کے وجود سے درخشاں ہے اور جابجا بکھرے ہوئے رنگوں کی آمیزش سے رونقِ دنیا برقرار ہے۔ یہ سب چیزیں کائنات کے ایک زبردست اصول کی طرف اشارہ کر رہی ہیں کہ جب تک کوئی شے کسی نظام کی پابندی اختیار کرتی ہے، اس کی ذات کو ثبات حاصل ہوتا ہے اور جوں ہی وہ اس نظام کی حدود سے تجاوز کرتی ہے، اس کا شیرازہ بکھرنے لگتا ہے۔

لہٰذا ہر قسم کی آزادی کے لیے کچھ پابندیاں ناگزیر ہیں:

صنوبر باغ میں آزاد بھی ہے، پا بہ گل بھی ہے
انھی پابندیوں میں حاصل آزادی کو تو کر لے

اتحادویک جہتی کا یہ اصول ملی زندگی کی بقا کے لیے بھی ناگزیر ہے۔ کسی بھی تحریک یا قوم کی بنیاد اگرچہ فردِ واحد رکھتا ہے، لیکن جب تک اسے کچھ افراد کی حمایت یا جمعیت کی طاقت حاصل نہ ہو جائے تب تک اس تحریک کی حیثیت ایک کورے کاغذ کی مانند ہے۔ افراد کا وجود ہی قوم کے معنی کو استحکام عطا کرتا ہے۔

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

قوم کے افراد یک رنگی اور ہم آہنگی کے باعث ایک ہی جسم کے اعضا کی صورت اختیار کر لیتے ہیں یا ایک دیوار کی اینٹوں کی، جو ایک دوسرے کے وجود کو مستحکم کرتی ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے اس حقیقت کو لفظوں کا جامہ یوں پہنایا ہے:

قوم گویا جسم ہے افراد ہیں اعضائے قوم
منزلِ صنعت کے رہ پیما ہیں دست و پائے قوم

جس طرح شاخ شجر سے ٹوٹ کر مرجھا جاتی ہے اسی طرح فرد جماعت سے کٹ کر اپنی شناخت کھو بیٹھتا ہے۔ جیسے قطرہ سمندر میں مل کر اپنے وجود کو فنا کر دیتا ہے اسی طرح جب تک فرد ملی زندگی کے دھارے میں خود کو سمو نہیں دیتا، اُس کی صلاحیتوں کو بقائے دوام حاصل نہیں ہوتا۔

ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ
پیوستہ رہ شجر سے امیدِ بہار رکھ

موتی جب ایک لڑی میں پروئے جائیں تو ہار کی صورت اختیار کر لیتے ہیں، پھول اکٹھے ہو کر خوبصورت گلدستے کا روپ دھار لیتے ہیں۔ اس طرح افراد جب ایک خاص نظامِ فکر سے وابستہ ہو جائیں تو ایک تحریک یا قوم کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

قوم مذہب سے ہے مذہب جو نہیں تم بھی نہیں
جذبِ باہم جو نہیں محفلِ انجم بھی نہیں

یہی وحدتِ فکر و عمل ملتِ اسلامیہ کا اثاثہ ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو اخوت و مساوات کا درس دیتا ہے۔ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

ترجمہ: ''بے شک مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔''

نیز فرمایا کہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور شیطان جماعت سے دور رہتا ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

ترجمہ: ''اور اللہ کی رسی کو مضبوط سے تھامے رہو اور تفرقے میں نہ پڑو۔''

نیز ارشاد ہوتا ہے کہ:

''اگر تم تفرقے میں پڑ گئے تو تمھاری ہوا اُکھڑ جائے گی اور تمھارا رعب و اقبال جاتا رہے گا۔''

اسلام کی قدریں آفاقی ہیں۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو ایک ہی جہت رُخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیتا ہے نیز کعبۃ اللہ کی صورت میں ملتِ اسلامیہ کو ایک ایسا مرکز حاصل ہے جو ان کو ملی زندگی کی نہایت مضبوط اساس فراہم کرتا ہے۔

اقبال نے ''رموزِ بے خودی'' میں اسلامی تاریخ کا ایک واقعہ رقم کیا ہے کہ ایرانیوں کے ساتھ ایک جنگ کے دوران یزدگرد کے سپہ سالاروں میں سے ایک سپہ سالار مسلمانوں کا قیدی بن گیا۔ اس نے اپنی شناخت کو پوشیدہ رکھتے ہوئے ایک مسلمان مجاہد سے جان بخشی کی اپیل کی، جسے اُس نے قبول کر لیا۔ جب جنگ ختم ہوئی تو پتہ چلا کہ دشمن فوج کا وہ شخص تو ایرانی جنگجوؤں کا سپہ سالار ''جابان'' تھا، لہٰذا مسلمانوں نے اپنے سپہ سالار سے اس کے قتل کی اجازت مانگی۔ اس وقت مسلم فوج کے سپہ سالار ابوعبیدہ ثقفیؓ تھے۔ انھوں نے کہا کہ ''ہم میں سے ہر ایک امینِ امت ہے۔ جب ملت فرد کی جان کی بنیاد ہو جائے تو فرد کا پیمان ملت کا پیمان بن جاتا ہے۔ اے اُمتِ خیرالانام! اب جابان کا خون ہماری تلواروں پر حرام ہے۔''

تاریخِ اسلام اس طرح کے لاتعداد واقعات سے بھرپور ہے۔ یہ اتحاد کا ہی ثمرہ ہے کہ مسلمان صدیوں دنیا پر حکمران رہے۔ جب تک مسلمان حکمرانوں میں اقتدار پر باکردار اور ایثار پیشہ لوگ فائز رہے، انھوں نے اس منصبِ حکمرانی کو امانت تصور کیا، لیکن جوں ہی اقتدار مفاد پرست لوگوں کے ہاتھ میں آیا، سلطنتِ اسلامی کا شیرازہ بکھرنے لگا۔ چونکہ عوام بادشاہوں کے ایما پر ہوتے ہیں، لہٰذا قوم بھی اتفاق و یکجہتی کی صفات سے عاری ہونے لگی مسلمانوں کے اس انتشار کا فائدہ غیر اقوام نے اٹھایا اور ان کے علاقوں اور املاک پر قابض ہونے گئے۔ مسلمانوں میں آپس کی مناقشت کا انجام خانہ جنگیوں کی صورت میں نکلا۔ غدارانِ اُمت نے رہی سہی کسر بھی تمام کردی۔ نتیجتاً اُمتِ اسلامیہ اپنوں ہی کے ہاتھوں زوال اور تباہی کے گڑھے میں جا گری۔

نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا کی حکمرانی غیر قوموں کے ہاتھ میں چلی گئی اور مسلمان تغیرِ احوال سے انقلاباتِ زمانہ کا شکار ہو گئے۔

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان اپنا کھویا مقام حاصل کرنے کے لیے پھر سے متحد ہو جائیں۔ دنیا صرف اس بات سے خائف ہے کہیں سویا ہوا مسلمان بیدار نہ ہو جائے، کیونکہ آج کا مسلمان جاگ گیا تو اس کے آگے بڑھتے قدم باطل کے سب نظاموں کو تہ تیغ کر دیں گے۔

مسلمانوں کو غلامی کی زنجیریں توڑنے کے لیے اپنے تمام اختلافات بھلا کر پھر سے ایک مرکز پر اکٹھا ہو جانا چاہیے تا کہ وہ پھر سے دنیا کی حکمرانی کا منصبِ اعظم حاصل کرلیں۔

سوال :7- چھوٹے بھائی کو خط لکھ کر ہم نصابی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی ترغیب دیجیے۔ (10)

جواب : کمرۂ امتحان

05 مئی 2015ء

پیارے عبید بھائی!

السلام علیکم!

الحمدللہ! گھر میں ہر طرح سے خیریت ہے اور امید ہے تم بھی خیر و عافیت کے ساتھ اپنی پڑھائی میں مگن ہو گے۔ کل تمھارا خط موصول ہوا۔ امتحانات میں تمھاری عمدہ کارکردگی سے دلی مسرّت ہوئی۔ اسی خط سے مجھے گمان گزرا ہے کہ تم ہر وقت کتابوں سے چمٹے رہتے ہو۔ خط میں جو تم نے پڑھائی کے اوقات بتائے ہیں، اس سے تو اندازہ ہوتا ہے کہ پڑھنے کے علاوہ تم کسی اور سرگرمی میں حصہ ہی نہیں

لیتے۔ یہ کوئی قابلِ ستائش بات نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ایک طالب علم کو اپنی پڑھائی کی طرف بھرپور توجہ دینی چاہیے۔ لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ کتابی کیڑا بن کے رہ جائے۔ ہر وقت کتابوں میں کھوئے رہنے والے انسان کے اعصاب بُری طرح متاثر ہوتے ہیں اور اس کی صحت گرتی چلی جاتی ہے۔ پھر بینائی پر بھی مُضر اثر پڑتا ہے۔ تمھیں چاہیے کہ پڑھائی کے ساتھ ساتھ غیر نصابی سرگرمیوں میں بھی بھرپور حصہ لو۔ کھیل کود اور دیگر مشاغل کے لیے وقت مقرر کرو۔ غیر نصابی سرگرمیاں طالب علم کو چست و چالاک رکھتی ہیں اور اچھی صحت اور عمدہ رویے کے لیے غیر نصابی سرگرمیاں بے حد ضروری ہیں۔ تم ضرور جانتے ہو گے کہ ایک اچھا دماغ ایک صحت مند جسم میں ہی ہو سکتا ہے۔ لہٰذا پڑھائی کے ساتھ ساتھ غیر نصابی سرگرمیوں میں شرکت یقینی بناؤ۔ مثبت سوچ اور کامیاب زندگی کے لیے غیر نصابی سرگرمیاں بہت اہم ہیں۔ اُمید ہے اب تم ورزش، کھیل، ادبی سرگرمیوں اور دیگر غیر نصابی سرگرمیوں میں شرکت کرو گے۔ اللہ تمھیں اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

والسلام

تمھارا بھائی

ا۔ب۔ج